معیارِ حقّانیت سچّے پیغمبرؐ کی شناخت

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقویؒ

سوال: مسلمانوں کے نزدیک پیغمبر کی شناخت کیلئے کوئی معیار یا طریقہ ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا ہے اور وہ طریقہ تعلیم صریح قرآن مجید کے موافق ہے یا مسلمانوں کی عقلی ایجاد ہے؟

جواب: مذہب کے اصول کو عقلی ہی ہونا چاہیے۔ جو مذہب اپنے اصول میں عقل کے خلاف ہو وہ نا قابل تسلیم ہے۔ پیغمبر کی شناخت کا معیار یہ ہے کہ اُسکے دعوے کے ساتھ ایسے یقینی دلائل موجود ہوں جو انصاف کی شرط کے ساتھ منکر کے سر تسلیم کو خم کر سکیں (لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنۢ بَيِّنَةٍ) (سورہ انفال آیت ۴۲)

ارسال رسل کا مقصد اتمام حجت علی الخلق ہے اور وہ اسی صورت سے ہو سکتا ہے (لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ) (سورہ نساء آیت ۱۶۵)

۲۶ محرم ۵۲ ۱۳ھ علی نقی النقوی عفی عنہ

مستفسر کا دوسرا مکتوب

جواب میں ضرورت سے زیادہ اختصار ملحوظ رکھا گیا ہے۔ شاید اسکی وجہ عدیم الفرصتی ہے۔ ا بکی مرتبہ شبہات ذرا تفصیل سے معروض کرنے کی جرأت کرتا ہوں اُمید ہے کہ جوابات تشفی بخش عنایت فرما کر متشکر و مرہون منت فرمائیں گے تا کہ وصول حق میں امداد ملے۔

صورت شبہات

کیا اصول مذہب کے عقلی ہونے سے یہ مراد ہے کہ مذہب کے عام پیرووں میں سے جس شخص کی طبیعت چاہے دلائل عقلی صحت اصول کیلئے ایجاد کر لے یا اصول کے عقلی ہونے پر مسکت عقلی دلائل منجانب اللہ ضروری ہیں۔ اگر دلائل منجانب اللہ ضروری نہیں تو پھر توحید کے متعلق قرآن مجید میں لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ ۔۔۔الخ (سورہ انبیاء آیت ۲۲) کس قسم کی دلیل ہے اور کیا تمام اصول پر اسی قسم کے دلائل منجانب اللہ نہیں دئے گئے۔ اگر بعض اصول پر دلائل منجانب اللہ ہیں اور بعض پر نہیں تو اسکی کیا وجہ ہے۔

جناب کے جواب سے صرف اس قدر معلوم ہو سکا کہ بعثت نبوی کی صداقت پر بینات ضروری ہیں لیکن میرا سوال یہ تھا کہ وہ بینات جن کو معیار تصدیق رسالت کہا جا سکے کون کون ہیں مفصل ارشاد فرما دیجئے۔ کیا تصدیق اصول مذہب میں صرف وہی بیّنہ معتبر ہے جو منکر کے سر تسلیم کو یقینی طور پر خم کرا دے۔ جس بینہ میں عملی طور پر یہ صفت ثابت نہ ہو سکے وہ قابل قبول نہیں ہے، اگر ایسا ہے تو صنم پرستان عرب سے قطع نظر کر کے علمائے یہود و نصاریٰ و رہبان نجران وغیرہ جن کے آنحضرتؐ سے بڑے بڑے مباحث ہوئے اور نوبت مباہلہ تک پہنچی اور پھر انہوں نے آنحضرتؐ روحی فداہ کی نبوت کو تسلیم نہ کیا حالانکہ یہ لوگ یا اُن میں سے اکثر اپنے مذہب اور قوم میں صاحب علم و زہد و تقویٰ وورع و ریاضت تھے۔ کیا ان لوگوں کے امر رسالت نبوی کو تسلیم نہ کرنے سے اور ان کی گردنیں اور سر تسلیم خم نہ ہونے سے بیّنہ رسالت نبوی (العیاذ باللہ) اپنے پایہ سے گر گیا تھا اگر نہیں تو باوجود اسکے کہ اُس بینہ میں سر تسلیم خم کرانے کی صفت ناقص طور پر

تھی کیوں وہ بینہ اپنے پایہ سے شے گرنا چاہیے۔ نیز یہ کہ اگر اس زمانہ میں کوئی خدا کا بندہ ظہور خداوندی ہونے کا دعویٰ کرے اور وہ بالکل اُسی قسم کے بیّنات پیش کرے جیسے انبیائے سلف نے پیش کئے تھے تو اُسکی صداقت کو تسلیم کرنا چاہیے۔ اگر نہ تسلیم کیا جائے تو کیوں اور اگر علمائے زمانہ باوجود بیّنات کٹھ حجتی کر کے ایسے ظہور خداوندی کا انکار کردیں تو وہ حق بجانب کہے جا سکتے ہیں یا نہیں۔ جوابات بہ تصدیق آیات قرآنی عنایت فرمائیے۔

اگر غرضِ ارسالِ رسل صرف اتمام حجت ہے اور اسکے سوائے کوئی اور مقصد نہیں تو ایک یا دو رسولوں سے اتمام حجت ممکن نہ تھا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کی ضرورت پڑی اور اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ اتمام حجت کے لئے متعدد مرسلین کی ہی ضرورت تھی تو پھر ہر نبی کے ساتھ شریعت جدیدہ بھیجنے کی کیا ضرورت تھی یہی کافی تھا کہ شریعت اور قانون خداوندی ایک مرتبہ ابتداء میں بھیجد یا جاتا اور اسکے بعد مختلف انبیاء ورسل آ کر اتمام حجت کرجایا کرتے، ہر دفعہ ایک نئی شریعت بھیج کر اُس سے پہلی شریعت کو منسوخ کرنے سے کیا نتیجہ تھا اور اس میں اتمام حجت کا کون سا جزو اور پہلو تھا بہ نص قرآنی ارشاد فرمائیے۔

چونکہ آنحضرتؐ موعود اہل انجیل ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ آنحضرتؐ کی رسالت کے متعلق ایک ایسا بینہ بھی ہو جو اہل انجیل کے لئے بلا چون و چرا قابل تسلیم ہو اور ایسی چیز اور کوئی نہیں مگر یہ کہ انجیل میں آنحضرتؐ کی بعثت کے متعلق پیشینگوئی صریح اور کھلی ہوئی موجود ہو اور پھر اُسی پیشینگوئی کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہو اور اگر ایسا نہ ہوگا تو بدیہی امر ہے کہ اہل انجیل کیلئے انکار کا حیلہ بآسانی ملجائیگا۔ اسلئے ارشاد فرمائیے کہ ایسا بیّنۂ رسالت کون سا ہے جو انجیل میں بطور پیشین گوئی اور قرآن کریم میں بطور استدلال وتائید مذکور ہو۔

لہٰذا اس سوال کے ماتحت حسب ذیل تنقیحات قائم ہوتی ہیں۔ (۱) ثبوت رسالت کے متعلق وہ کون سی دلیل عقلی ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید نے بطور استدلال تصدیق رسالت کیا ہے۔ ایک یا زیادہ جس قدر بھی دلائل ہوں مفصل ارشاد فرمائیے۔

(۲) اگر اس زمانہ میں کوئی شخص نمائندہ الٰہی ہونے کا دعویٰ کرے اور ایسی ہی دلیل (جیسی قرآن مجید نے ثبوت رسالت کیلئے پیش کی ہے) رکھتا ہو تو اسکی بات اور اُس کا دعویٰ قابل قبول ہے یا نہیں۔

(۳) اگر باوجود اسکے کہ کسی مدعی کے دلائل میں ایسے ہی اوصاف ہوں جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ روحی فداہ کے دلائل میں تھے، علمائے وقت اُس کو قبول نہ کریں تو اُن حضرات کے قبول نہ کرنے سے کیا مدعی نیابت خداوندی کا کذب لازم آتا ہے؟ اگر کذب لازم آتا ہے تو کیوں اور اگر نہیں تو ایسے علماء جو انکار کریں مکذبین میں شمار ہونگے یا نہیں اگر نہیں تو علمائے یہود ونصاریٰ انکار آنحضرتؐ روحی فداہ سے کیوں مکذبین بن گئے۔

(۴) اگر غرض بعثت صرف اتمام حجت علی الخلق ہے تو متعدد رسولوں کے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ حجت تمام کرنے کیلئے تو ایک رسول بھی کافی تھا۔ اور اگر متعدد رسول بھی بھیجے تو ہر نبی کے ساتھ شریعت جدیدہ کی کیا ضرورت تھی۔ اور وہ بھی اسی طرح کہ ہر اگلا پچھلی شریعت کو منسوخ کرتا رہا۔

(۵) آنحضرتؐ روحی فداہ موعود اہل انجیل ہیں۔ آپ کی بعثت کے متعلق انجیل میں استدلالی پیشین گوئی کہاں ہے اور اس پیشین گوئی کی تائید قرآن مجید کی کون سی آیت سے اور کن دلائل سے ہوتی ہے۔ تمام جوابات بہ تفصیل بنص قرآن مطلوب ہیں۔

(الجواب) اصول مذہب کے عقلی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ عقل اپنے مسلمات اور مقررہ اصول کی بنا پر اُن کے صداقت کی گواہی دیتی ہو۔ انہی مسلمات واصول مقررہ کی مرتبہ صورت کا نام جو ایک نتیجہ پر پہنچائے دلیل عقلی ہوا کرتا ہے، وہ کسی طبعزاد اور ایجاد، تراش وخراش کی پابند نہیں ہوتی، اور نہ کسی کے بس کی بات ہے کہ جس امر کیلئے چاہے دلائل عقلی ایجاد کرلے خواہ وہ حق ہو یا باطل۔

یہ اور بات ہے کہ کوئی شخص غلطی یا مغالطہ کی بنا پر اوہام و

تخیلات کو مرتب صورت میں دلیل عقلی کی صورت میں پیش کرے لیکن اس صورت میں خود عقل ہی اُسکی غلطی کی گرفت کر کے اُسکے پردہ کو فاش کرنے والی ہوتی ہے جس کے بعد معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ دلیل عقلی نہ تھی بلکہ مغالطہ وسفسطہ کی ایک ملمع کار صورت تھی۔

اسی لئے عقل کو خداوند عالم نے ہر صحیح الدماغ انسان کے دماغ میں ودیعت کیا ہے اور اُس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے، اُسی سے خدا کی ابتدائی حجت بندوں پر تمام ہوتی ہے اور وہ ہر شخص کو صحیح راستہ پر چلانے کے لئے آمادہ ہوتی ہے۔

یہ اور بات ہے کہ انسان کسی خاص جذبہ کے ماتحت اُسکے ہدایات کو قبول نہ کرے اور اوہام وتخیلات کا حلقہ بگوش ہو کر عقلی باتوں کیطرف اعتنا نہ کرے، اسکے معنی یہ نہیں ہیں کہ اسکی عقل نے رہنمائی نہ کی لیکن قصور اُس کا ہے کہ عقل کی رہنمائی پر اُس نے دوسرے جذبات کو ترجیح دی۔

یہ تعجب نہ کیجئے کہ کیونکر عقل کی رہنمائی سے انسان کنارہ کشی کرسکتا ہے۔ اس کی نظیریں آپکی نظر کے سامنے برابر آتی رہتی ہیں۔ ایک انسان قبرستان میں جاتے ہوئے۔ مردہ کے پاس بیٹھتے ہوے وحشت محسوس کرتا ہے حالانکہ عقلی اعتبار سے وہ جانتا ہے کہ اس سے کوئی مضرت پہنچنے والی نہیں۔ ایک انسان کسی جانور سے ڈرتا ہے اور بھاگتا ہے حالانکہ بسا اوقات وہ جانور ایسا ہوتا ہے کہ معلوم ہے وہ کاٹتا نہیں۔ بیشک عقل خدائی سفیر اور اُس کا مقرر کردہ رہنما ہے اور وہ ہمیشہ صحیح راستہ پر دعوت دیتا ہے اور اُس سے کبھی غلطی نہیں ہوتی۔

یہ اور بات ہے، کہ اُسکے نام سے واہمہ انسان کے لئے گمراہ کن باتیں پیش کردے لیکن اُسکی ذمہ داری عقل پر نہیں ہوسکتی عقل وہ ہے جس کے بغیر شرع کی بنیاد ہی نہیں قائم ہوسکتی اور انبیاء ورسل یا بقول آپ کے مظاہر خداوندی کی آوازیں مؤثر نہیں ہوسکتیں اسلئے کہ اگر عقل کی رہنمائی سے قطع نظر کرلیا جائے تو انسان کے لئے اُن مظاہر کی طرف جانے اُنکی بات سننے اور اُنکی صداقت کا یقین کرنے ہی کا کوئی داعی و باعث نہیں ہوسکتا۔ اور جب اُنکی بات نہ سنی گئی۔ اُس پر غور نہ کیا گیا۔ اُسکی صداقت کا یقین نہ حاصل ہوا تو اُنکے تعلیمات کا کیا نتیجہ ہوسکتا ہے۔

اسی بنا پر آپ دیکھئے کہ قرآن مجید نے برابر اہل عقل کو اپنی عقل سے کام لینے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ۔ (سورہ نساء آیت ۸۲)

أَفَلَا يَعْقِلُونَ (سورہ یٰسین آیت ۶۸)

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ۔ (سورہ زمرہ آیت ۲۱)

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۔ (سورہ نحل آیت ۶۷)

عقلی دلیل کی صداقت کا معیار خود عقل ہی ہوسکتی ہے اور کچھ نہیں عقلی دلیل کی صداقت کا معیار کسی کتاب منزل یا ظہور خداوندی کے قول کو قرار دینا صحیح نہیں ہے اسلئے کہ خود کتاب منزل یا ظہور خداوندی کے قول کے سامنے سرِ تسلیم خم کرانے والی چیز عقل کے سوا کوئی اور نہیں ہے، پھر جب صداقت رسول یا کتاب کا معیار عقل ہے تو عقل کا معیار اُس کو قرار دینا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟

بیشک چونکہ عقلی احکام بھی اکثر اوہام وتخیلات اور دیگر جذبات کے نیچے آکر مدّھم ہوجاتے ہیں اور خود عقلا کی آنکھوں سے اوجھل، جس کے لئے تنبیہ کرنے اور شانہ ہلانے کی ضرورت ہوتی ہے اسلئے قرآن مجید نے یاددہانی کے طور پر بعض بعض عقلی دلائل کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے منظور صرف عقل کو متوجہ کر دینا ہے نہ اپنی طرف سے کوئی پابندی عائد کرنا، اسی لئے ان میں جہاں تک دیکھا جائے صرف اشارہ کی سی صورت پائی جاتی ہے جس سے اہل عقل کے عقول خود ہی پوری دلیل کی طرف متوجہ ہوجائیں اور وہ بھی بلحاظ ضرورت ہے یعنی جتنی ضرورت محسوس ہوئی اُتنے ہی اشارہ پر اکتفا کیا گیا لہٰذا اگر توحید کے مسئلہ پر قرآن مجید میں مثلاً صرف ایک دلیل عقلی مذکور ہے تو یہ سمجھنا ضروری نہیں ہے کہ اُس مسئلہ پر دلیل عقلی بس وہی ایک ہے، اور جو دلیل عقلی قرآن کے اندر مذکور نہ ہو وہ یقیناً غلط اور ناقابل اعتبار ہے بلکہ اگر کوئی دلیل عقلی مضبوط بنیادوں پر مبنی ہو اور اُس کے اجزا وجدانیات حسّیات اور عقلی بدیہیات یا صحیح نظریات پر مبنی

ہوں تو وہ تسلیم کرنے کے قابل ہے اگر چہ وہ قرآن مجید کے اندر ہماری نظروں کو دکھلائی نہ دیتی ہو اسلئے جیسا میں نے کہا قرآن کے اندر اُن دلائل کا وجود کوئی خاص مستند بنا کر اُن دلائل کی صحت کیلئے پیش نہیں کیا گیا ہے بلکہ صرف اُن دلائل کی طرف توجہ دلانے کیلئے ہے۔ لہذا اگر کسی اصول پر قرآن مجید کے اندر کوئی خاص دلیل عقلی نہیں مذکور ہے تو اسکی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اُسکو واضح سمجھ کر محتاج تنبیہ نہیں سمجھا گیا اور یہ بھی کہ اُسکے قائم مقام دوسرے ادلہ مذکور تھے لہذا اسکی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

معیار شناخت نبی بطور کلیہ معلوم ہوگیا کہ بینات ہیں۔ کلیہ کے جزئیات اور خاص خاص افراد کا انحصار نہیں ہوسکتا اسلئے کہ وہ باعتبار موقع ومحل واقتضائے وقت مختلف ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کے لئے عصا ید بیضا۔ ضرب حجر وانفجار عیون اثنی عشر۔ ذبح بقرہ واحیاء میت۔ تفریق بحر وغرق فرعون وغیرہ وغیرہ جن کے متعلق ارشاد ہوا

(وَلَقَدْ جَاءَهُم مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ (سورۂ عنکبوت، آیت ۳۹)

حضرت عیسیٰؑ کے لئے تکلم فی المہد۔ نفخ طیر۔ ابراء اکمہ وابرص۔ احیاء موتی۔ اخبار مغیبات۔ انزال مائدہ وغیرہ وغیرہ جن کے متعلق ارشاد ہوا

وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ (سورۂ بقرہ آیت ۸۷)

حضرت صالحؑ کے لئے ناقہ جس کے متعلق ارشاد ہوا

قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً

(سورۂ اعراف آیت ۷۳)

حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے قرآن مجید جس کے متعلق ارشاد ہوا

وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ (سورۂ بقرہ آیت ۹۹)

اب پھر اس سوال کا کون سا موقع ہے کہ وہ بینات جن کو معیار تصدیق رسالت کہا جاسکے کون کون ہیں۔

بینہ کے متعلق خاص طور سے میرے سابقہ جواب میں یہ الفاظ ہیں کہ ''ایسے یقینی دلائل جو انصاف کی شرط کے ساتھ منکر کے سر تسلیم کو خم کرا سکیں''

''انصاف'' کی شرط کے بعد جس کو میں نے ملحوظ رکھا ہے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ ''کیا تصدیق اصول مذہب میں صرف وہی بینہ معتبر ہے جو منکر کے سر تسلیم کو یقینی طور پر خم کرا دے'' الخ

اسی انصاف کی شرط کی بنا پر خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے

(وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ)

(سورہ یوسف آیت ۱۰۳)

اور اسی صفت کے فقدان کی تصویر اس طرح کھینچی ہے

(لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا (سورہ اعراف آیت ۱۷۹)

(فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ) (سورہ حج آیت ۴۶)

''اگر اس زمانہ میں کوئی خدا کا بندہ ظہور خداوندی ہونے کا دعویٰ کرے اور وہ بالکل اُسی قسم کے بینات پیش کرے جیسے انبیائے سلف نے پیش کئے تھے تو اسکی صداقت کو تسلیم کرنا چاہیے۔'' بیشک تسلیم کرنا چاہیے لیکن ایسا ہونے والا نہیں ہے یعنی اُس قسم کے بینات جو انبیائے سلف نے پیش کئے تھے پیش ہونا ممکن نہیں ہے اسلئے کہ اُسی مظہر ظہور نے جو اُن بینات کا عطا کرنے والا ہے اعلان کر دیا ہے کہ اب یہ سلسلہ ختم ہوگیا

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ (سورۂ احزاب آیت ۴۰)

اور اُس ظہور خداوندی نے خود بھی اعلان کر دیا کہ (لَا نَبِيَّ بَعْدِي) مجھ کو آپ کی سلامت طبع سے اُمید ہے کہ آپ اسکے متعلق وہ باتیں پیش نہ فرمائیں گے جو عام طور سے قادیانیوں کی زبان پر آیا کرتی ہیں جن کا جواب بارہا دیا جاچکا ہے، ہاں ممکن ہے آپ کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ نبوت کے ختم ہوجانے سے حضرت بہاء اللہ کے دعوے کا سد باب نہیں ہوتا اسلئے کہ وہ تو نبوت سے بلند ایک مقام یعنی مقام مظہریت کے مدعی تھے لیکن آپ کو غالباً خود حضرت بہاء اللہ اور عبدالبہاء کے تحریرات سے

اس کا اندازہ ہوگیا ہو یا اب میرے توجہ دلانے سے ملاحظہ کیجئے کہ وہ ہر نبی و پیغمبر کو ظہور خداوندی سے تعبیر کرتے ہیں اور اس لئے مقام مظہریت درحقیقت نبوت یا رسالت کا مرادف ہی ہے کوئی جداگانہ چیز نہیں، یہ اور بات ہے کہ اُسی میں درجات و مراتب ہوں اور ایک ظہور دوسرے ظہور سے افضل۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ

(سورۂ بقرہ آیت ۲۵۳)

اور اس طرح حضرت بہاء اللہ مدعی ہوں کہ وہ ان تمام ظہورات میں افضل ہیں اور اسی بنا پر ظہور اعظم کا لقب اُنکے لئے اختیار کیا جائے لیکن اس افضلیت سے اصل شئے تو بدل نہیں سکتی اور جب خداوند عالم نے اُس مظہریت کا جو اصطلاح قرآن میں ہمیشہ نبوت سے تعبیر کی جاتی ہے (خاتم النبیین) کہہ کر سد باب کر دیا تو اب نہ ظہور ناقص کی گنجائش رہی نہ ظہور کامل کی نہ ظہور عظیم کی نہ ظہور اعظم کی۔

ممکن ہے آپ کو یہ خیال ہو کہ دور نبوت درحقیقت دور بشارت ہے اور وہ رسالتمآبؐ پر ختم ہوگیا اس طرح کہ وہ آخری بشر تھے اور یہ ظہور اعظم تو مبشر بہ ہے لہذا اس کا آنا اُس دور بشارت کے اختتام کے منافی نہیں ہے۔ لیکن آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ نقطۂ اولیٰ حضرت علی محمد باب کا ظہور (بقول حضرات اہل بہاء) صرف اس ظہور اعظم کی بشارت کیلئے ہوا تھا اور اسی لئے وہ مبشر کہے جاتے ہیں تو اس صورت میں بھی حضرت رسول اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری مبشر نہیں قرار پاتے تاکہ اس اعتبار سے اُن کو خاتم النبیین سمجھا جائے۔

اتمام حجت کیلئے ضرورت ہے کہ وہ ہر دور کے لوگوں پر ہو اور اس لئے ایک زمانہ میں حجت خدا تمام ہونا دوسرے زمانے والوں کے لئے کافی نہیں ہے، بیشک اس اتمام حجت کیلئے ضرورت ہے کہ رسول موجود ہو یا وصی رسول جو عصمت و کمالات ہدایت میں مثل رسول ہو۔ اسی لئے ارشاد ہوا ہے

وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (سورہ فاطر آیت ۲۴)

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (سورہ رعد آیت ۷)

يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ (سورۂ اسراآیت ۷۱)

اس سے تو ہر زمانے میں ایک رہنما پیشوا کا وجود ثابت ہوا اور دوسری طرف ارشاد ہوتا ہے۔ (يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ) (سورہ مائدہ آیت ۱۹) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی ہے جس میں زمین رسل سے خالی ہو۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں پیشوا اور رہنما اور امام غیر رسول ہوگا اور اُسی کا نام وصی و جانشین رسول ہے کہ جو بعد رسول امام خلق ہوتا ہے۔

شریعت جدیدہ کا بھیجنا یقیناً اس بنا پر ہے کہ سابقہ شریعت کے احکام وقتی ضروریات کے لحاظ سے قرار دئے گئے تھے اور اُس وقت کے گذر جانے سے ضروریات بدل گئے اور مصالح نوعی میں تغیر و تبدّل ہوگیا، اس لحاظ سے دوسرے احکام کے بھیجے جانے کی ضرورت ہوئی۔ یہ تغیر و تبدل فلسفہ بقائے اصلح اور نظام ارتقائے نوعی کی بنیاد پر ہے

مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا

(سورۂ بقرہ آیت ۱۰۶)

جو خداوند عالم کی حکمت کاملہ اور افراد بشر کے حالات کی کامل نگہداشت کا نتیجہ ہے إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ (سورہ فاطر آیت ۳۱) لیکن وہی علام الغیوب جو مصالح وقت کا بہترین نگران خبیر و بصیر اور حکیم و علیم ہے ایک خاص درجہ ارتقائے انسانی کے حاصل ہونے کے بعد ممکن ہے کہ ایک ایسی شریعت اور احکام قرار دے سکے جس کے اصول و قواعد کے متعلق اُسکو علم ہو کہ اب نوع انسانی اپنے آیندہ دور میں جتنا بھی ارتقاء حاصل کرے اُسکے ضروریات انہی قوانین کے تحت میں مندرج ہوں گے۔ اور اُس شریعت میں ایسے کلیات موجود ہوں جو انسانی حالات زندگی کے تمام مدارج و مراتب میں ایک خاص صورت سے رہنمائی کرنے کیلئے کافی ہونگے، اور اسی احاطۂ کاملہ و وسعت ذیل کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ

وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ (سورہ انعام آیت ۵۹)

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ (سورۂ یٰس آیت ۱۳)

ایسی شریعت یقیناً باقی رہنے کے قابل ہے

(وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ)

(سورہ رعد آیت ۱۷)

بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موعود توریت وانجیل ہیں اور اسکے متعلق صریح پیشین گوئی بھی توریت وانجیل دونوں میں موجود ہے اور اُس کا تذکرہ بھی قرآن مجید کے اندر بطور استدلال وتائید مذکور ہے۔

ملاحظہ ہو توریت کتاب استثناء میں کہ جہاں حضرت موسیٰؑ کی وہ تقریر درج ہے جو اُنہوں نے عبراروں کے جنگل میں چالیسویں سال کے گیارہویں مہینہ کی پہلی تاریخ تمام قوم اسرائیل کو جمع کر کے کی تھی باب ۱۸ آیت ۱۵۔۲۰ میں ہے ''(اے قوم اسرائیل) خداوند تیرا خدا تیرے درمیان سے تیرے بھائیوں میں سے میرے مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اُسکی طرف کان لگانا جیسا کہ تم لوگوں نے جوریب میں اجتماع کے دن خدا سے دعا کی تھی، خدا نے مجھ سے فرمایا کہ ان لوگوں نے باتیں بہت اچھی کیں، میں انکے لئے ان بھائیوں میں سے تمھارا ایسا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اُسکے منھ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُس سے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا تو میں اُس سے مطالبہ کرونگا لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات جو میں نے اُس سے نہیں کہی میرے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جاوے۔''

اس میں ایک ایسے نبی کی خبر دی گئی ہے جو موسیٰؑ کے مانند ہو، یہ نبی جس کی خبر دی گئی تھی مسیح کے علاوہ تھا اُس کا ثبوت انجیل یوحنا باب ا۔آیت ۱۹ر تا ۲۶ر سے ملاحظہ ہو۔

''یہ یوحنا کی گواہی ہے جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لادیوں کو بھیجا تھا کہ اُس سے پوچھیں تو کون ہے تو اُس نے اعتراف کیا اور بغیر کسی انکار کے اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں، انہوں نے پوچھا کہ پھر تو کیا ہے؟ ایلیا ہے؟ اُس نے کہا ایلیا بھی میں نہیں ہوں۔ اچھا تو وہ نبی ہے؟ اُس نے جواب دیا نہیں، اُنہوں نے کہا تو کون ہے تا کہ ہم انھیں جنھوں نے ہم کو بھیجا ہے جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اُس نے کہا میں جنگل میں پکارنے والے کی آواز ہوں کہ خداوند کی راہ کو سیدھا کروں جیسا کہ اشعیا رنبی نے کہا ہے، یہ لوگ جو (گفتگو کے لئے، بھیجے گئے فریسین میں سے تھے، اُنہوں نے اُس سے پوچھا اور کہا اگر تو مسیح نہیں ہے اور نہ ایلیا ہے اور نہ وہ نبی ہے تو پھر بتپسما کیوں دیتا ہے؟ یوحنا نے جواب دیا کہ میں پانی سے بتپسما دیتا ہوں لیکن تمہارے درمیان میں کھڑا ہے ایک ایسا شخص جس کو تم نہیں جانتے ہو، وہ جو میرے بعد آنے والا ہے۔ لیکن مجھ سے مقدم ہوا ہے جس کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں ہوں وہی ہے۔''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل مطابق بشارات حضرت موسیٰؑ تین شخصوں کے آنے کے منتظر تھے، ایک ایلیا اور دوسرے مسیح اور تیسرے وہ نبی جس کے لئے کہا گیا تھا کہ وہ موسیٰؑ کے مانند ہوگا اور حضرت یوحنا نے بھی اُن کے اس خیال کی تصدیق کی اور تینوں باتوں کی اپنے سے نفی کر دی کہ میں نہ ایلیا ہوں اور نہ مسیح اور نہ وہ نبی۔ مسیح کے آنے کی پیشین گوئی حقیقتاً حضرت مسیح سے پوری ہوگئی جس کو ماننے والوں نے مانا اور نہ ماننے والوں نے نہ مانا باقی رہی اُس نبی کی پیشین گوئی جو حضرت موسیٰؑ کے مانند ہوگا، کوہ فاران کی چوٹی سے اسلام کا نور طالع ہوا اور دنیا کی شتر سوار قوم یعنی عرب کے اندر بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی اسمٰعیل بن ابراہیم خلیل کی اولاد سے بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا، قرآن مجید نے حضرتؐ کے متعلق تمام اُن صفات کو پورا کر دیا جو حضرت موسیٰؑ نے اپنے مانند نبی کے متعلق بیان کی تھیں۔ چنانچہ سب سے پہلے

اُس نے یہ کیا کہ زیادہ تر حضرت کو نبی ہی کی لفظ سے یاد کیا یہاں تک کہ جس طرح عیسیٰؑ کا لقب مسیح تھا اُسی طرح ہمارے نبی آخرالزمان کا گو یا لقب ہی نبی تھا۔ ملاحظہ ہو۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

(سورۂ احزاب آیت ۴۵)

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ

(سورۂ احزاب آیت ۵۶)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ

(سورۂ احزاب آیت ۲۸)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ

(سورۂ توبہ آیت ۷۳)

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ (سورۂ تحریم آیت ۸)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ

(سورۂ تحریم آیت ۱)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ (سورۂ طلق آیت ۱)

لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

(سورۂ حجرات آیت ۲)

لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ

(سورۂ احزاب آیت ۵۳)

إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ۔ (سورۂ احزاب آیت ۵۳)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ

(سورۂ احزات آیت ۵۰)

مَّا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ

(سورۂ احزاب آیت ۳۸)

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ

(سورۂ احزاب آیت ۳۲)

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ

(سورۂ احزاب آیت ۲۸)

وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ (سورۂ احزاب آیت ۱۳)

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ

(سورۂ احزاب آیت ۴)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ۔

(سورۂ احزاب آیت ۱)

اس کے بعد اُس نبی کا وصف یہ تھا ”میں (خدا) اپنا کلام اُسکے منہ میں ڈالونگا“ جس کے دوسرے معنی یہ ہوئے کہ جو کچھ اُس کے منہ سے نکلے گا وہ خداوند عالم کی وحی ہوگی۔ اس کو قرآن میں اس طرح ارشاد کیا کہ

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

(سورۂ نجم آیت ۳و۴)

پھر دوسرا وصف ”جو کچھ میں اُس سے فرماؤنگا وہ اُن سے کہے گا“ جس کے معنی یہ ہوئے کہ اُسکی تبلیغ اور اسکی تعلیم صرف امر خدا کے تحت میں ہوگی۔ اس کو لفظ بلفظ قرآن نے اس طرح ارشاد کیا کہ فاصدع بما تؤ مروا عرض عن المشرکین۔ تیسری بات جو اُسکی باتوں کو نہ سنے گا اُس سے مطالبہ کرونگا“ اسکے متعلق صاف طور سے ارشاد کیا گیا ہے

وَمَن يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ

(سورۂ بقرہ آیت ۱۲۱)

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

(سورۂ بقرہ آیت ۳۹)

چوتھی بات ”جو کوئی بات میں نے نہ کہی ہو وہ کہے تو قتل کیا جائیگا“ اس معیار کے متعلق صریح طور سے ارشاد ہوا (وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ) (لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ) (ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ)۔ (سورہ حاقہ آیت ۴۴،۴۵و۴۶)

ان تمام اوصاف کو لفظ بلفظ قرآن مجید نے جناب رسالتمآب کیلئے ثابت کرتے ہوئے بلند آواز سے یہ اعلان کیا کہ

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا (سورۂ مزمل آیت ۱۵)

''ہم نے تمھاری طرف اپنا رسول تمھارے اوپر حاضر وناظر بنا کر ویسا مبعوث کیا جیسا فرعون کی جانب رسول (حضرت موسیٰؑ) کو مبعوث کیا تھا۔'' ان تمام اوصاف کو منطبق کرنے کے بعد اور اس اعلان کے بعد کہ وہ مثیل موسیٰؑ یہی ہے قرآن نے صریحی طور سے اُس پیشینگوئی کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو بلفظ نبی توریت و انجیل دونوں میں موجود تھی۔ ارشاد ہوا۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ

(سورۂ اعراف آیت ۱۵۷)

لہٰذا اس بیان کے ماتحت آپ کے تمام تنقیحات کا بخلاصہ ذیل ترتیب وار جواب ہوگیا۔

(۱) دلیل عقلی کی صداقت کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ قرآن مجید میں مذکور ہو لیکن ثبوت رسالت کے متعلق دلیل عقلی کا تذکرہ بطور استدلال تصدیق رسالت قرآن میں مذکور ہے جس کا بیان ہم دوسرے سوال کے جواب میں کرنا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔

(۲) اگر اس زمانہ میں نمائندہ الٰہی ہونے کے ادعا کے ساتھ ویسی ہی دلیل رکھتا ہے تو یقیناً اُسکی بات قابل قبول ہے لیکن اس زمانہ میں ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔

(۳) اگر باوجود ایسے دلائل کے علمائے وقت تسلیم نہ کریں تو ہرگز اُنکے تسلیم نہ کرنے سے اُسکا کذب لازم نہیں آتا اور یہی لوگ مکذبین سمجھے جائینگے اور یہود ونصاریٰ بعد از انکار نبوت آنحضرتؐ اسی لئے مکذب سمجھے گئے کہ باوجود اس بات کے کہ انکے کتب میں بشارت حضرت کے وجود کی موجود تھی اور حضرت بینات کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے پھر بھی اُنہوں نے تسلیم نہ کیا لیکن حضرت ختمی مرتبتؐ کے بعد ایسے دلائل کے ساتھ مبعوث ہونے والا کوئی شخص نہیں ہے اور نہ حضرت نے اپنے بعد کسی ایسے شخص کے آنے کی بشارت دی ہے۔

(۴) اتمام حجت کیلئے بیشک متعدد انبیاء ورسل کی ضرورت تھی اور شریعت جدیدہ کی ضرورت باعتبار تغیر مصالح ہے اور یہ سلسلہ اُسی وقت تک قائم رہ سکتا ہے جب تک علم وآگہی میں اسکی ضرورت ہو۔

(۵) آپ کی بعثت کے متعلق توریت وانجیل میں پیشینگوئی ہے اور اُسکی تائید قرآن مجید کے آیات سے ہوتی ہے جن کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ حوالہ قلم ہوا۔

(ماخوذ از حقائق لکھنؤ ۱۵ رشعبان ۱۳۵۳ ہجری صفحہ ۲۶ تا ۳۶)